٧٨٦

# رسالہ حاضر و ناظر

## باقرونِ حمید و ساعتِ سعید

مدلل و مستند طور پر تالیف ہو کر نور افزائے چشم
عقیدت و نزہت بخشِ بصر و بصیرت ہوا

کتبہ عبدہ المذنب

سید امیر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

سالِ تصنیف ١٣٧٦ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضر سے الحضور مصدر بنا جس سے حاضر مشتق ہوا حضر حضور اور حاضر کے بہت سے معنی کتب لغت میں مرقوم ہیں مثلاً حضر کے معنی پہلو، نزدیکی، صحن، حاضر ہونے کی جگہ وغیرہ ہیں۔ اور حاضر کے معنی دیکھنے والا۔ آنکھ کا تل۔ نظر۔ ناک کی رگ۔ آنکھ کا پانی مصباح المنیر میں ہے وَالنَّاظِرُ السَّوَادُ الْاَصْغَرُ مِنَ الْعَیْنِ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہِ الْاِنْسَانُ شَخْصَہٗ۔ قاموس اللغات میں ہے:۔ وَ النَّاظِرُ السَّوَاءُ فِی الْعَیْنِ اَوِ الْبَصَرُ بِنَفْسِہٖ وَعِرْقٌ فِی الْاَنْفِ وَ فِیْہِ مَاءُ الْبَصَرِ۔ مختار الصحاح میں ابن ابی بکر رازی کہتے ہیں۔ اَلنَّاظِرُ فِی الْمُقْلَۃِ السَّوْدَاءُ الْاَصْغَرُ الَّذِیْ فِیْہِ اِنْسَانُ الْعَیْنِ۔

ناظر کا ماخذ نظر ہے۔ مفردات راغب، مختار الصحاح۔ منجد اور صراح میں نظر کے حسب ذیل معنی مرقوم ہیں کسی امر میں تدبّر اور تفکر کرنا۔ کسی چیز کا اندازہ کرنا۔ آنکھ کے ساتھ کسی چیز میں غور و تامّل کرنا اور کسی چیز کا ادراک کرنے یا اُسے دیکھنے کی غرض سے بصر و بصیرت کو پھیرنا۔

جتنے معانی لفظ حاضر کے منقول ہوئے اللہ تعالیٰ اُن سب سے مُبرّا اور منزّہ ہے۔ قرآن کریم شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ حواس اور نگاہوں کے ادراک سے بھی بلند و بالا ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں ہے۔ لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر (آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں وُہ تمام آنکھوں کا ادراک فرماتا ہے اور وُہ لطیف و خبیر ہے)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

# حاضر و ناظر کا ثبوت آیاتِ قرآنیہ سے

مَاکَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ وَمَاکَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ (اللہ تعالیٰ عذاب نہ دے گا درآنحالیکہ (اے حبیب) تم ان میں موجود ہو اور نہ ان کو عذاب دینے والا ہے جب کہ وُہ مغفرت طلب کرتے ہیں۔ فرمان کے جزوِ اوّل کے ترجمہ سے واضح ہوتا ہے کہ وعدہ، صدق حضور کی حیاتِ ظاہری تک محدود ہے لیکن اِس کے سِرّ پر غور کرنے سے ایک دُوسرے معنی بھی جلوہ گر ہوتے ہیں جو حقیقت میں اس وعدۂ کرم کی رُوح ہے۔ اور وُہ یہ کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ہم میں موجود رہنا صرف زمانہ مسعود و محمود تریسٹھ سال تک محدود نہیں۔ بلکہ جب تک ہم میں حضور کی قولی و فعلی تعلیم کا اثر اور پابندی رہے گی۔ اور جس زمانہ تک ہمارے جسم اور دل آپ کے بتلائے ہوئے اور دکھلائے ہوئے اوصاف و اخلاق کے آئینہ دار رہیں گے اور حضور کے اسوۂ حسنہ اور طریقِ عمل کو ہم اپنا مرکزِ عمل بنائیں گے اس وقت تک حضور کی ذاتِ والاصفات ہم میں موجود کہلائے گی اور گویا ہم میں حضور کی موجودگی ہی مانی جائے گی خواہ کسی نامحدود زمانہ تک ہو۔ اور اس وقت

تک ہم پر وہی برکات وسکینت نزول فرماتی رہے گی جو عہدِ حیاتِ ظاہری میں رہیں
اور اس وجہ سے ہم ہر آفت و ذلت اور عذاب سے نہ صرف خود ہی محفوظ رہیں گے
بلکہ تمام دنیا کی اصلاح وفلاح ونجات کا ذریعہ ثابت ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ
حضورؐ سے صدہا سال بعد آنے والی مقدس ہستیوں نے خود کو آئینۂ جمالِ محمدی اور
عکسِ ظلالِ نبوی بنا کر دنیا بھر کی مخلوق پر وہی انوار وتجلّیات کی بارش برسائی جو حضورؐ
کے زمانہ کی برکات کا نمونہ تھیں۔ اور ایک عالم کو چاہِ ضلالت سے نکال کر فضائے
رشد وہدایت تک پہنچا دیا۔ اور دینِ قویم اور صراطِ مستقیم پر رہروانِ راہِ ہدایت کو
مستحکم ومستقیم کر دیا۔

ربّ العزّت فرماتے ہیں وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ۔ اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی
مجاہدؒ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے ساتوں آسمان کھول دیئے گئے۔
پس انہوں نے دیکھ لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ یہاں تک کہ اُن کی نظر عرش
تک پہنچ گئی۔ اور ان کے لئے سات زمینیں کھولی گئیں۔ کہ انہوں نے وہ چیزیں
دیکھ لیں جو زمینوں میں ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کو ربّ نے تمام عالم از عرش تا تحت الثریٰ کا ملاحظہ کرا دیا۔ اور مخلوق کے اعمال
کی بھی خبر اُن کو دی گئی۔ حضور علیہ السلام کا درجہ اُن سے اعلیٰ ہے۔ لہٰذا ضروری
ہے کہ آپ نے بھی تمام عالم کا مشاہدہ فرمایا۔ حاضر ناظر کے ثبوت میں بہت



بڑی دلیل یہ آیت ہے:-
يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا
اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ اے نبی بے شک بھیجا ہم نے تم کو گواہ
اور حاضر ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اُس کی طرف
لوگوں کو بلانے والا اور آپ ہدایت کا ایک روشن چراغ ہیں۔ اس آیت کے ہر کلمہ
سے حضور علیہ السلام کا حاضر ناظر ہونا ثابت ہے۔ شاہد کے معنی گواہ بھی ہو سکتے ہیں
اور حاضر ناظر بھی۔ گواہ کو شاہد اس لئے کہتے ہیں۔ کہ موقع پر حاضر تھا۔ حضورؐ کو شاہد
اس لئے فرمایا گیا کہ آپؐ دیکھ کر گواہی دے رہے ہیں۔ ورنہ سارے انبیاء گواہ
تھے۔ اسی طرح آپ کا مبشر اور نذیر اور داعی الی اللہ ہوتا ہے کہ سارے پیغمبروں
نے یہ کام کئے مگر سُن کر۔ حضور علیہ السلام نے دیکھ کر۔ اسی لئے معراج صرف حضورؐ
کو ہوئی۔ سراج منیر آفتاب کو کہتے ہیں۔ وہ بھی عالم میں ہر جگہ ہوتا ہے۔ گھر گھر میں
موجود۔ آپ بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ اس آیت میں خداوند تعالیٰ حضورؐ کی تسلّی کے لئے
فرماتا ہے کہ معترضین کے اعتراضات اور طعن سے رنجیدہ نہ ہو ہم نے تم کو اُمّت
کا گواہ ونگہبان بنا کر بھیجا ہے تم قیامت کے دن اپنی اُمّت کے معاملہ کو خدا کے
سامنے پیش کرو گے اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ
لوگ غفلت وسستی نہ کرنے پائیں۔ اور اللہ کے حکم سے لوگوں کو اللہ کی طرف
بلانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور ہم نے تم کو روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے تاکہ لوگ

تمہاری روشنی سے ہدایت پائیں۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ اور ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنادی ہے جو نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو۔ اور تمہارے لیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم گواہ اور نگہبان ہوں۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ؕ پس کیونکر ہوگا جب کہ ہم ہر ہر امّت میں سے ایک ایک گواہ حاضر کریں گے۔ اور آپ کو بھی ان سب پر گواہ و نگہبان بناکر لائیں گے۔ ان آیتوں میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جنھوں نے احکامِ الٰہی کی اطاعت نہ کی ہوگی۔ جب کہ ہم ہر قوم اور ہر اُمت میں سے ایک ایک گواہ پیش کریں گے یعنی انبیاء علیہ السلام کو ہم شہادت میں طلب کریں گے۔ جو ان کے فاسد و لغو عقائد اور بداعمالیوں کی شہادت دیں گے۔ وُہ لوگ اِنکار کریں گے کہ ہم تک تیرے پیغمبروں نے تیرے احکام نہ پہنچائے تھے۔ انبیاء کرام عرض کریں گے کہ ہم نے احکام پہنچا دیئے تھے۔ اور اپنی گواہی کے لیئے امّت محمد مصطفٰے علیہ السلام کو پیش کریں گے۔

ان کی گواہی پر اعتراض ہوگا کہ تم نے ان پیغمبروں کا زمانہ نہ پایا۔ تم بغیر دیکھے کیسی گواہی دے رہے ہو۔ یہ عرض کریں گے کہ ہم سے حضور علیہ السلام نے فرمایا



تھا۔ تب حضور علیہ السلام کی گواہی لی جاوے گی۔ آپ دو گواہیاں دیں گے ایک تو یہ کہ نبیوں نے تبلیغ کی۔ دوسری یہ کہ میری امت والے قابلِ گواہی ہیں معلوم ہوا کہ یہ گواہی دیکھی ہوئی تھی اور پہلی سنی ہوئی اِس لیئے آپ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوا۔

اللہ جل شانہ فرماتے ہیں۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

اِس آیت کریمہ میں بطور شرط و جزا ابتلایا گیا ہے۔ اگر گنہگار توبہ کی نیّت سے تمہارے پاس آویں اور گناہوں سے توبہ کریں۔ اور تم خود بھی اُن کی سفارش کرو تب اللہ ان کی توبہ قبول کرے گا۔ یعنی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ کے بغیر اور بلا سفارش حضوؐر کے اللہ کریم توبہ قبول نہیں کرے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ گنہگاروں کی بخشش کی سبیل صرف یہ ہے کہ حضوؐر کی بارگاہ میں ہوکر شفاعت مانگیں۔ اور حضور کریمانہ سے شفاعت فرمادیں۔ معلوم ہوا۔ کہ حضور علیہ السّلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ اِس قسم کی آیات سے قرآن پاک مالامال ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ فرماتے ہیں۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ؕ اور ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیئے۔ پھر فرماتے ہیں۔ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۝ میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ مَا كَانَ اللّٰهُ

لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ ٥ اور اللہ کا کام نہیں کہ ان کو عذاب کرے۔ جب اے محبوب تم اُن میں تشریف فرما ہو۔ اس سے معلوم ہُوا کہ حضور علیہ السلام قیامت تک ہر جگہ موجود ہیں۔

اِن کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر اختصاراً اِسی پر کفایت کی گئی۔

## "حاضر و ناظر کا ثبوت احادیث سے

مشکوٰۃ شریف مترجم جلد صفحہ ۴۷۵ براء بن عازب سے روایت ہے۔ کہ جب کوئی مرتا ہے تو منکر نکیر اُس کی قبر میں آکر سوال کرتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے مومن جواب دیتا ہے کہ میرا رب خدا ہے۔ اور کافر کہتا ہے۔ ہاہ! ہاہ! میں نہیں جانتا۔ پھر سوال کرتے ہیں۔ تیرا دین کیا ہے۔ مومن کہتا ہے کہ میرا دین اِسلام ہے۔ کافر کہتا ہے۔ ہاہ! ہاہ! میں نہیں جانتا۔ اِس کے بعد کہتے ہیں۔ مَا هٰذَا الرَّجُلُ بُعِثَ فِیْکُمْ ٥ هٰذَا اِسم اشارہ محسوس قریب کے لئے موضوع ہے۔ اَلرَّجُلُ سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مُراد ہیں پس فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف اشارہ کرکے کہتے ہیں کہ یہ کون ہیں۔ جو تم میں بھیجے گئے ہیں۔ مومن کہتا ہے کہ یہ رسولِ خدا ہیں۔ اور کافر کہتا ہے ہاہ! ہاہ! میں نہیں جانتا۔ پس قبر میں فرشتوں کا رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف اشارہ کرنے سے متحقق ہُوا



کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہر مومن و کافر کی قبر میں تشریف لاتے ہیں۔ اور اس کے مرنے اور مدفن اور مومن و کافر ہونے کی خبر آپ کو ہوتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سارے جہان میں ہر روز بلکہ ہر ساعت لکھوکھا مرتے ہیں۔ اور موافق اس حدیث کے ہر مرنے والے کی قبر میں آپ کا تشریف لے جانا منصوصِ قطعی ہے۔ اس صورت میں لکھوکھا آدمیوں کا مرنا اور ان کے مدفن اور ان کے اچھے بُرے ہونے کا حال روزانہ آپ کو معلوم ہوتا رہتا ہے۔ بعض صاحبوں کا یہ خیال ہے۔ کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور قبر کے درمیان جو حجاب ہے وُہ اٹھا لیا جاتا ہے۔ یہ تاویل تکلّف سے خالی نہیں۔ اِس لئے کہ هٰذا کی وضع محسوس قریب کے لئے ہے۔ اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور قبر کے درمیان منزلوں کا بُعد ہوتا ہے۔ اور بعید کے اشارہ کے لئے لفظ ذالِکَ اور ذالِکَ کا موضوع ہے اس صورت میں بجائے مَا هٰذَا الرَّجُلُ بُعِثَ فِیْکُمْ کے ذَالِکَ الرَّجُلُ بُعِثَ فِیْکُمْ ہونا چاہیے۔ اور بجائے ذالِکَ کے هٰذا کا استعمال ہُوا۔ تو اس سے معلوم ہُوا کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بذاتِ خود تشریف لاتے ہیں۔ اور هٰذا کے ساتھ مشارٌ الیہ بنتے ہیں۔ اگر حجاب کا اُٹھنا ہی مان لیا جائے تب بھی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہر شخص کے مرنے اور اس کے مدفن کی خبر ہوتی رہتی ہے۔ اور بعضوں نے جو یہ تاویل کی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شبیہ پیش کرتے ہیں۔ اور یوں کہتے ہیں کہ مَا هٰذَا الرَّجُلُ بُعِثَ فِیْکُمْ ٥

تو یہ عبارت اس تاویل کو تسلیم نہیں کرتی۔ اس لئے کہ رجل کا اطلاق شبیہ پر نہیں
آتا۔ نہ حقیقتاً نہ مجازاً۔ اگر شبیہ ہوتی تو یوں سوال ہوتا۔ ھٰذَا الشَّبِیْہُ لِمَنْ
هُوَ بُعِثَ فِیْکُمْ۔ یہ شبیہ کس کی ہے۔ جو تم میں بھیجے گئے۔ اس سے معلوم
ہوا۔ کہ یہاں شبیہ مُراد نہیں۔ بلکہ نفسِ ذاتِ مقدّس صلّی اللہ علیہ وسلّم مقصود ہے۔

اگر یہ فرض کیا جائے کہ جیسے جبرائیل علیہ السلام دحیہ کلبی کی صورت میں حضرت
کے پاس آتے تھے۔ اسی طرح کوئی فرشتہ حضرت کی صورت بن کر قبر میں آتے
اور سوال کنندہ اس کی طرف اشارہ کر کے یوں کہے۔ مَا هٰذَا الرَّجُلُ
بُعِثَ فِیْکُمْ۔ یہ کون ہیں جو تم میں بھیجے گئے۔ اس صورت میں بُعِثَ فِیْکُمْ
کی اسناد اَلرَّجُلُ کی طرف صحیح نہیں۔ اس لئے کہ یہ فرشتہ مبعوث ہو کر لوگوں
میں نہیں گیا۔ یہ اضافت غلط ہوئی۔ بلکہ بجائے مَا هٰذَا الرَّجُلُ بُعِثَ فِیْکُمْ
کے یوں سوال ہوتا۔ اَلَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ مِثْلَ هٰذَا الرَّجُلُ مَنْ هُوَ۔
وُہ شخص جو تم میں بھیجے گئے مثل اس شخص وُہ کون ہیں۔ اور خلاف اس کے جب
مَا هٰذَا الرَّجُلُ بُعِثَ فِیْکُمْ کے ساتھ سوال ہُوا۔ تو اس سے معلوم ہُوا کہ
حضرت بذاتِ خود تشریف لاتے ہیں۔

ان تمام بیانوں سے یہ ثابت ہُوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو ہر شخص
کے مرنے اور اس کے مومن ہونے نہ ہونے کا علم ہوتا ہے۔ اگر حضور علیہ السّلام
حاضر ناظر نہیں ہیں تو ہر جگہ جلوہ گری کیسی۔



۲۔ فَیَقُوْلَانِ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ۔

نکیرین میّت سے پُوچھتے ہیں کہ تم ان کے "محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم"
کے بارے میں کیا کہتے تھے۔ اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے
یعنی ہذا الرجل کہ می گویند آنحضرتؐ را می خواہند۔ ہذا الرجل سے مراد حضور علیہ السلام
کی ذات ہے۔

اشعۃ اللمعات کی حدیث کا ترجمہ ہے۔ قبر میں ظاہر ظہور آپؐ کی ذات شریف
کو حاضر کرتے ہیں۔ اس طرح کہ قبر میں حضور علیہ السلام کی وجود مثالی موجود کئے
ہیں۔ اور اس جگہ مشتاقانِ غمزدہ کو بڑی خوشخبری ہے۔ کہ اگر اس شادی کی اُمید
پر جان دے دیں اور زندہ قبروں میں چلے جائیں تو اس کا موقع ہے۔

حاشیہ مشکوٰۃ یہی حدیث قِیْلَ یُکْشَفُ لِلْمَیِّتِ حَتّٰی یَرَی النَّبِیَّ
عَلَیْہِ السَّلَامُ وَهِیَ بُشْرٰی عَظِیْمَةٌ کہا گیا ہے۔ کہ میّت کے حجاب
اُٹھا دیئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وُہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھتا ہے
اور یہ بڑی ہی خوشخبری ہے۔

قسطلانی شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۹۰ کتاب الجنائز میں ہے۔ فَقِیْلَ
یُکْشَفُ لِلْمَیِّتِ حَتّٰی یَرَی النَّبِیَّ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَهِیَ بُشْرٰی
عَظِیْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِ اِنْ صَحَّ۔ کہا گیا ہے کہ میّت سے حجاب اٹھا دیئے جاتے
ہیں۔ یہاں تک نبی علیہ السّلام کو دیکھتا ہے۔ اور یہ مسلمان کے لئے بڑی خوشخبری

ہے اگر ٹھیک رہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہٰذا الرجل معہود ذہنی کی طرف اشارہ
ہے کہ وُہ مردہ سے پوچھتے ہیں کہ وُہ جو تیرے ذہن میں موجود ہیں انہیں تو کیا
کہتا تھا۔ مگر یہ درست نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا۔ تو کافر میّت سے یہ سوال نہ ہوتا
کیونکہ وُہ تو حضورؐ کے تصوّر سے خالی الذہن ہے۔ نیز کافر اس کے جواب میں
یہ نہ کہتا میں نہیں جانتا۔ بلکہ پُوچھتا کہ تم کس کے بارے میں سوال کرتے ہو۔ اس کے
جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ وُہ حضورؐ کو آنکھوں سے دیکھ تو رہا ہے مگر پہچانتا نہیں۔
اِس حدیث اور عبارتوں سے معلوم ہوا کہ قبر میں میّت کو حضور علیہ السلام کا دیدار
کرا کر سوال ہوتا ہے کہ تو اس شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کو جو تیرے
سامنے جلوہ گر ہیں کیا کہتا تھا۔ ہٰذا اشارہ قریب ہے معلوم ہوا قریب کر کے
پھر پوچھتے ہیں۔

اِسی لئے حضرات صوفیائے کرام اور عشاق موت کی تمنّا کرتے ہیں۔ اور قبر
کی پہلی رات کو دُولہا کے دیدار کی رات کہتے ہیں۔

۳۔ مشکوٰۃ باب التحریص علی قیام اللیل میں ہے۔ اِستیقظ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃً فَزِعًا یَقُوْلُ سُبْحٰنَ اللّٰہِ مَا ذَا
اُنْزِلَ اللَّیْلَۃَ مِنَ الْخَزَائِنِ وَمَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ۔ ایک شب
حضور علیہ السّلام گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے۔ فرماتے تھے کہ سُبْحٰنَ اللّٰہ اُس
رات میں کس قدر خزانے اور کس قدر فِتنے اُتارے گئے ہیں۔ اِس سے معلوم ہوا



کہ آیندہ ہونے والے فتنوں کو بچشم ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

مشکوٰۃ باب المعجزات میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (ترجمہ) حضور
علیہ السلام نے زید اور جعفر اور ابن رواحہ کی اُن کی خبر آنے سے پہلے لوگوں کو خبر موت
دے دی۔ فرمایا کہ اب جھنڈا زید نے لیا۔ اور وُہ شہید ہو گئے۔ یہاں تک کہ جھنڈا
یعنی "اللہ کی تلوار" خالد بن ولید نے لے لیا۔ یہاں تک کہ اللہ نے ان کو فتح دے
دی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ بیر معونہ جو کہ مدینہ منوّرہ سے بہت ہی دُور ہے۔
وہاں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس کو حضورؐ مدینہ سے دیکھ رہے ہیں۔

۴۔ مشکوٰۃ جلد دوم باب الکرامات کے بعد باب وفاۃ النّبی علیہ السلام میں ہے۔
وَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَیْہِ وَاَنَا فِیْ مَقَامِیْ
تمہاری ملاقات کی جگہ حوضِ کوثر ہے۔ اس کو اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔

۵۔ مشکوٰۃ باب تسویۃ الصف۔ اَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ مِنْ
وَّرَائِیْ ۞ اپنی صفیں سیدھی رکھو کیونکہ ہم تم کو اپنے پیچھے بھی دیکھتے ہیں۔

۶۔ ترمذی جلد دوم ابواب العلم باب مَاجَاءَ فِیْ ذَھَابِ الْعِلْمِ میں ہے
کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَشَخَصَ بِبَصَرِہٖ اِلَی السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ
ھٰذَا اَوَانُ یُخْتَلَسُ الْعِلْمُ مِنَ النَّاسِ حَتّٰی لَا یَقْدِرُوْا مِنْہُ عَلٰی
شَیْءٍ ۞ ہم حضور علیہ السّلام کے ساتھ تھے کہ آپؐ نے اپنی نظر آسمان کی طرف
اُٹھائی اور فرمایا کہ یہ وُہ وقت ہے جب کہ علم لوگوں سے چھین لیا جاوے گا۔

حتیٰ کہ اس پر بالکل قابو نہ پائیں گے۔ اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری مرقاۃ کتاب العلم میں فرماتے ہیں۔ فَکَانَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا نَظَرَ اِلَی السَّمَاءِ کُوْشِفَ بِاقْتِرَابِ اَجَلِہٖ فَاَخْبَرَ بِذٰلِکَ۔ جب حضور علیہ السلام نے آسمان کی طرف دیکھا۔ تو آپ پر آپ کی موت کا قرب ظاہر ہو گیا۔ تو اس کی خبر دے دی۔

۷۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فقہ اکبر میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے جامع میں حارث ابن مالک اور حارثہ ابن نعمان رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ ایک بار میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو سرکار نے مجھ سے سوال فرمایا کہ اے حارث تم نے کس حال میں دن پایا۔ میں نے عرض کیا کہ سچا مومن ہو کر۔ فرمایا کہ تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی عَرْشِ رَبِّیْ بَارِزًا وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَھْلِ الْجَنَّۃِ یَتَزَاوَرُوْنَ فِیْھَا وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَھْلِ النَّارِ یَتَضَاغُوْنَ فِیْھَا۔ میں گویا کہ عرشِ الٰہی کو ظاہر دیکھ رہا ہوں اور گویا کہ جنتیوں کو ایک دوسرے سے جنت میں ملتے ہوئے اور دوزخیوں کو دوزخ میں شور مچاتے دیکھتا ہوں۔ جب اس آفتاب کے ذرّوں کی نظر کا یہ حال کہ جنت و دوزخ، عرش و فرش، جنتی و دوزخی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ تو اُس آفتابِ کونین کی نظر کا کیا پوچھنا ہے۔

## "حاضر و ناظر کا ثبوت فقہا اور علما امت کے اقوال سے"

حضرت شیخ محدث دہلوی قدس سرہٗ جمع البرکات میں فرماتے ہیں:۔



"وے صلی اللہ علیہ وسلم بر احوال و اعمالِ اُمت مطلع است۔ و بر مقربان و خاصانِ درگاہِ خود ممد و مفیض و حاضر و ناظر است۔

حضور علیہ السلام اُمت کے حالات و اعمال پر مطلع ہیں۔ اور حاضرینِ بارگاہ کو فیض پہنچانے والے اور حاضر و ناظر ہیں۔

حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ اخبار الاخیار ص ۱۵۵ پر اپنے مکتوبات شریف میں ارقام فرماتے ہیں:۔

وبا چندیں اختلافات و کثرتِ مذاہب کہ در علماء است کہ یک کس را در مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقتِ حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی است۔ و بر اعمالِ امت حاضر و ناظر و مر طالبانِ حقیقت را و متوجہانِ آنحضرت را مفیض و مربی است۔

(ترجمہ) حضور علیہ السلام حقیقی زندگی سے دائم اور باقی ہیں۔ اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔ اور حقیقت کے طلب گار اور حاضرینِ بارگاہ کو فیض رساں اور مربی۔

عالمِ امر کے زمان و مکان کی قیود سے پاک ہونے پر دلیل یہ ہے کہ ملک الموت علیہ السلام جو عالمِ امر سے ہیں۔ آنِ واحد میں ہزاروں ارواح کو قبض کرنے اور امکنہ متعددہ میں تشریف فرما ہوتے ہیں مسلمات سے ہے۔ اگر عالمِ امر کے لئے قیودِ زمان و مکان کو تسلیم کیا جائے تو ملک الموت علیہ السلام کا آنِ واحد میں بے شمار روحوں کو قبض کرنا اور مقاماتِ کثیرہ پر تشریف فرما ہونا کیونکر ممکن ہوگا۔ روح المعانی

کی عبارات نقل ہو چکی ہے۔ کہ جبرائیل علیہ السّلام جب بصورتِ دحیہ کلبی وغیرہ حاضر بارگاہِ نبوّت ہوتے تھے۔ تو سدرۃ المنتہیٰ سے جُدا نہ ہوتے تھے۔

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح فتوح الغیب میں فرماتے ہیں۔

اما انبیاء علیہم السلام بحیاتِ حقیقی دنیاوی حی و باقی و متصرف اند۔ و دریں جا سخن نیست۔

مدارج النبوّت جلد دوم میں ہے:۔

حق تعالیٰ جسد شریف را حالتے و قدرتے بخشیدہ است۔ کہ در ہر مکانے کہ خواہد تشریف بخشد۔ خواہ بعینہٖ خواہ بمثال، خواہ بر آسمان خواہ بر زمین خواہ در قبر یا غیر وے صورتے دارد باوجود نسبتِ خاص بقبر در ہمہ حال۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے جسم پاک کو ایسی حالت و قدرت بخشی ہے کہ جس مکان میں چاہیں تشریف لے جائیں خواہ بعینہٖ اس جسم سے خواہ جسمِ مثالی سے۔ خواہ آسمان پر خواہ زمین میں خواہ قبر میں تو درست ہے۔ قبر سے ہر حال میں خاص نسبت رہتی ہے۔

اشعۃ اللمعات کتاب الصلوٰۃ اور مدارج النبوۃ باب پنجم ذکر فضائل آنحضرتؐ میں شیخ عبدالحق محدّث دہلوی فرماتے ہیں:۔

و بعضے عرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہتِ سریانِ حقیقتِ محمدیہ است۔ در ذرائرِ موجودات و افرادِ ممکنات پس آنحضرت در ذاتِ مصلّیان موجود و حاضر است پس مصلّی را باید کہ ازیں معنیٰ آگاہ باشد و ازیں شہود غافل نہ بود الخ بعض عارفین



نے کہا ہے کہ التحیات میں یہ خطاب اِس لئے ہے کہ حقیقتِ محمدیہؐ موجودات کے ذرّہ ذرّہ میں اور ممکنات کے ہر فرد میں سرایت کئے ہوئے ہے پس حضور علیہ السلام نمازیوں کی ذات میں موجود و حاضر ہیں۔ نمازی کو چاہیئے کہ اس معنیٰ سے آگاہ رہے۔ اور اس شہود سے غافل نہ ہو۔ تاکہ قرب کے نور اور معرفت کے بھیدوں سے کامیاب ہو جاوے۔

الحمدللہ یہاں شیخ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے دائم و باقی و فیض و مربّی و حاضر و ناظر ہونے پر تمام علمائے اُمّت کا اجماع نقل فرمایا ہے۔

امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:۔

اِنْ لَّمْ یَکُنْ فِی الْبَیْتِ اَحَدٌ فَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ جب گھر میں کوئی نہ ہو تو یوں کہو کہ اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ ملّا علی قاری شرح شفا میں اس کی دلیل بیان کرتے ہیں۔ لِاَنَّ رُوْحَ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَاضِرَۃٌ فِیْ بُیُوْتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ ۃ یعنی یہ اس لئے ہے کہ حضور کی رُوح مبارک ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں مُلّا علی قاری فرماتے ہیں:۔

وَقَالَ الْغَزَالِیُّ سَلِّمْ عَلَیْہِ اِذَا دَخَلْتَ فِی الْمَسْجِدِ فَاِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَحْضُرُ فِی الْمَسَاجِدِ۔ امام غزالی نے فرمایا۔ کہ جب تم مسجدوں میں جاؤ تو حضور علیہ السلام کو سلام عرض کرو۔ کیونکہ آپ مسجدوں میں موجود ہیں۔ شفا قاضی جلد دوم میں ہے عَنْ عَلْقَمَۃَ قَالَ اِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ اَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ

وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مسجد میں
داخل ہوتا ہوں تو کہتا ہوں سلام ہو آپ پر اور اللہ کی رحمت اور برکات۔

نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض میں ہے۔ انبیائے کرام جسمانی اور ظاہری طور
پر بشر ہیں اور اُن کا باطن اور رُوحانی قوتیں ملکی ہیں۔ اسی لئے وُہ زمین کے مشرقوں اور
مغربوں کو دیکھتے ہیں۔ اور آسمان کی چرچراہٹ سنتے ہیں۔ اور جبریل کی خوشبو پاتے
ہیں جب وُہ ان پر اُترتے ہیں۔

امام احمد قسطلانی مواہب جلد دوم فصل ثانی زیارۃ قبرۃ الشریف میں فرماتے ہیں۔
قَدْ قَالَ عُلَمَائُنَا لَا فَرْقَ بَیْنَ مَوْتِہٖ وَحَیَاتِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ
مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَ
خَوَاطِرِهِمْ وَذٰلِكَ جَلِیٌّ عِنْدَهٗ لَا خِفَاءَ بِهٖ۔

ترجمہ۔ بے شک ہمارے علماء نے فرمایا۔ کہ حضور علیہ السلام کی زندگی اور موت
میں کوئی فرق نہیں۔ اپنی اُمت کو دیکھ رہے ہیں۔ اور ان کی حالتوں، نیتوں اور
ارادوں اور دل کی باتوں کو جانتے ہیں۔ اور یہ سب حضورؐ پر روشن ہے۔ جس میں
اصلا پوشیدگی نہیں۔ اللہ عزّ وجلّ فرماتے ہیں:۔

وَجِئْنَا بِكَ عَلٰی هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا۔ اے نبی ہم تمہیں ان سب پر گواہ و
نگہبان بنا کر لائیں گے۔ تفسیر نیشاپوری میں اس آیت کے نیچے ہے۔ لِاَنَّ رُوْحَهٗ
شَاهِدٌ عَلٰی جَمِيْعِ الْاَرْوَاحِ وَالْقُلُوْبِ وَالنُّفُوْسِ بِقَوْلِهٖ اَوَّلُ مَاخَلَقَ



اللّٰہُ رُوْحِیْ۔ یعنی حضورؐ کا سب پر گواہ ہونا اس لئے ہے۔ کہ حضورؐ کی رُوحِ انور تمام
جہان میں ہر ایک کی رُوح، ہر ایک کے دل، ہر ایک کے نفس کا مشاہدہ کرتی ہے۔
اس لئے کہ حضور نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے میری رُوح کو پیدا فرمایا۔ حدیث
قدسی میں ہے۔ خَلَقْتُ رُوْحَ مُحَمَّدٍ مِّنْ نُّوْرِ وَجْهِیْ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ اَوَّلُ
مَاخَلَقَ اللّٰهُ رُوْحِیْ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ ہ

عبدالرزاق نے اپنے مصنّف میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا حضورؐ
پُرنور نے ان سے فرمایا۔ یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ نُوْرَ
نَبِيِّكَ مِنْ نُّوْرِهٖ ہ اے جابر بے شک اللہ تعالےٰ نے تمام عالم سے پہلے تیرے
نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ ذکرہ الامام القسطلانی فی المواهب
وغیرہ من العلماء الکرام۔ اسی بنا پر حضورؐ کا یہ ارشاد ہے۔ مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ
رَاَ الْحَقَّ۔ جس نے مجھ کو دیکھا تحقیق اُس نے حق کو دیکھا۔

سہ محمدؐ بصورت عرب آمدہ ہ    بمعنی نگہ عین ربؐ آمدہ ہ
اُٹھا دل سے اپنے دُوئی کا جو پردہ    ہم اُن کے ہوئے وُہ ہمارے ہوئے ہیں

عرفاء کی یہ تحقیق ہے کہ جب اللہ جل شانہٗ کو بمقتضائے کُنْتُ کَنْزًا مَّخْفِيًّا
فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ کے اپنے ذاتی اور صفاتی اور اسمائی
کا مشاہدہ اور معائنہ مقصود ہوا۔ تو انہیں سب کمالات کے مجموعہ سے ایک صورتِ
زیبا سزا وار خطاب (آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری) بنا کر شانِ محبوبیت اُن میں

ف۔ لطیفہ۔ اہل نظر [illegible] کی آنکھوں میں یہ عرب کا عین رب کے
دیکھنے اور اس کے پہچاننے کیلئے عین چشمہ ہے ۱۲ منہ

ظاہر فرمائی۔ اور خود ہی اُن کا شیدائی ہو کر طالبِ دیدار ہوا۔ اور باقتضائے اَنْ اُعْرَفَ کے شبِ معراج میں آپ کو بڑی شان و شوکت سے حضوری میں بُلوایا اور ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کی مسند پر بٹھلا کر اپنے کمالاتِ ذاتی اور صفاتی اور اسمائی کے جمال کو آئینۂ محمدی میں مشاہدہ اور معائنہ فرمایا۔ اور یہ کہا میں یہ ہوں۔

دید اپنے کی تھی اُسے خواہش ۔۔۔ آپ کو ہر طرح بنا دیکھ

دُرِ مختار جلد سوم باب المرتدین بحث کراماتِ اولیاء میں ہے۔

یَاحَاضِرُ یَا نَاظِرُ لَیْسَ بِکُفْرٍ۔ اے حاضر اے ناظر کہنا کفر نہیں ہے۔

شامی میں اسی کے ماتحت ہے۔ فَاِنَّ الْحُضُوْرَ بِمَعْنَی الْعِلْمِ شَائِعٌ مَا یَکُوْنُ مِنْ نَجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَالنَّاظِرُ بِمَعْنَی الرُّؤْیَةِ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی فَاِنَّ الْمَعْنٰی یَا عَالِمُ مَنْ یَّرٰی (بزازیہ) کیونکہ حضور بمعنی علم مشہور ہے۔ قرآن میں ہے کہ نہیں ہوتا تین کا مشورہ مگر رب چوتھا ہوتا ہے اور ناظر بمعنی دیکھنا ہے۔ رب فرماتا ہے۔ کیا نہیں جانتا کہ اللہ دیکھتا ہے پس اس کے معنی یہ ہوئے۔ کہ اے عالم دیکھنے والے (لَیْسَ بِکُفْرٍ) کی وجہ یہ ہے۔ کہ یا حاضر یا ناظر میں تاویل ہو سکتی ہے۔ اور وہ یہ کہ "حضور" علم کے معنی میں عام طور پر مستعمل ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما یکون من نجوی ثلاثة اِلَّا هُوَ رابعھم کوئی سرگوشی تین افراد کی نہیں ہوتی۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کا چوتھا ہوتا ہے معلوم ہوا کہ کوئی فرد علمِ الٰہی



سے باہر نہیں۔ اِسی طرح یا حاضر یا عالم کے معنی میں ہو گیا۔ اور نظر رویت کے معنی میں مستعمل ہے۔ اور رویت اللہ تعالےٰ کے لئے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی لہٰذا یا حاضر و یا ناظر یا عالم و یا من یریٰ کے معنی میں ہوا۔ درِ مختار جلد اول باب کیفیت الصلوٰۃ میں ہے۔ وَیَقْصِدُ بِاَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ الْاِنْشَاءَ کَاَنَّهٗ یُحَیِّیْ عَلَی اللّٰهِ وَیُسَلِّمُ عَلٰی نَبِیِّهٖ نَفْسِهٖ التحیات کے لفظوں میں خود کہنے کی نیت کرے۔ گویا کہ نمازی رب کو تحیّت اور خود نبی علیہ السلام کو سلام عرض کر رہا ہے۔ شامی میں اس آیت کے ماتحت فرماتے ہیں۔ اَیْ لَا یَقْصِدُ الْاِخْبَارَ وَالْحِکَایَةَ عَمَّا وَقَعَ فِی الْمِعْرَاجِ مِنْهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَمِنْ رَّبِّهٖ وَمِنَ الْمَلٰئِکَةِ یعنی التحیات میں معراج کے اس کلام کے قصہ کی نیت نہ کرے جو کہ حضور علیہ السلام اور رب تعالیٰ اور ملائکہ کے درمیان ہوا۔

فقہا کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو حاضر و ناظر کہنا کفر نہیں ہے اور التحیات میں حضور علیہ السلام کو حاضر جان کر سلام عرض کرے۔ الغرض سارے عالم پر نگاہ رکھنا۔ ہر جگہ آناً فاناً سیر کرنا، ایک وقت میں چند جگہ پایا جانا۔ یہ وہ صفات ہیں جو رب نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہیں۔ اس سے دو باتیں لازم۔ ایک تو یہ کہ کسی بندے کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا شرک نہیں۔ کہ شرک کہتے ہیں خدا کی ذات و صفات میں کسی کو شریک ماننا۔ یہاں یہ نہیں۔

دوسرے یہ کہ جب حضور علیہ السلام کے خدام میں ہر جگہ رہنے کی طاقت ہے

توخود حضور علیہ السلام میں بدرجۂ اولیٰ یہ صفت ہے۔

حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کو ندا کرنے کے عُمدہ دلائل سے التحیات ہے جسے ہر نمازی ہر نماز کی دو رکعت پر پڑھتا ہے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کرتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ اگر ندا معاذ اللہ شرک ہے تو یہ عجب شرک ہے کہ عین نماز میں داخل ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۝

اور یہ جاہلانہ خیال محض باطل ہے کہ التحیات زمانۂ اقدس سے ویسی ہی چلی آتی ہے یعنی تشہد میں خطاب بغرضِ اسماع نہیں بلکہ جس طرح قصّۂ معراج میں وارد ہُوا ہے۔ اِس طرح باقی رکھا گیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ کلمات جس طرح قصّۂ معراج میں وارد ہوئے ہیں اسی طرح رکھے گئے ہیں۔ مگر اِس سے حکایت معراجیہ مقصود نہیں بلکہ مصلّی کو چاہیئے کہ اِن کلمات کے معنی کا قصد کرے۔ یعنی اللہ تعالیٰ پر تحیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر اور اپنی ذات پر اور اولیاء اللہ پر سلام۔ یعنی انشاء کا قصد کرے نہ اخبار کا۔

تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار میں ہے۔ وَیقصد بالفاظ التشہد معانیها مرادۃ لهٗ علیٰ وجه الانشاء کانهٗ یحیی اللّٰه تعالیٰ ویسلم علیٰ نبیه وعلیٰ نفسه وعلیٰ اولیائه لا الاخبار من ذالك۔

احیاء العلوم میں امام غزالی فرماتے ہیں۔ واحضر فی قلبك النبی علیه السلام



وشخصه الکریم وقل السّلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاته
یعنی اپنے دل میں نبی علیہ السّلام کو اور آپؐ کی ذات پاک کو حاضر جانو۔ اور کہو۔
السّلام علیكَ ایها النّبی ورحمة اللّٰهِ وبرکاتهٗ

مصلّی کو چاہیئے کہ جب اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہے تو روضۂ شریف کا قصد کرے۔ فواکه الدوانی علیٰ رسالة ابی زید القیروانی میں ہے۔ وینبغی اذا قالهٗ المصلّی ان یقصد الروضة الشریفه۔ اِس تقریر سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ ندا جائز ہے۔ عام ازیں کہ منادیٰ قریب ہو یا بعید۔

دیکھیئے تشہد میں اَیُّ حروفِ ندا سے ہے۔ علاوہ اس کے تشہد میں بعد انتقال آنحضرتؐ کے خطاب ہے۔ اِس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ قریب اور بعید خطاب میں مساوی ہے۔ جواز کا انحصار اس پر موقوف نہیں ہے کہ منادیٰ قریب ہو۔ ورنہ مصلّی تشہد میں ان الفاظ کے پڑھنے پر مامور نہ ہوتا۔

فقہاء و علماء اُمّت کے ان اقوال سے حضور علیہ السّلام کا حاضر و ناظر ہونا بخوبی واضح ہُوا۔ اور معلوم ہُوا کہ حضور علیہ السّلام کی نگاہِ پاک ہر وقت عالم کے ذرّہ ذرّہ پر ہے۔ اور نماز و تلاوتِ قرآن و محفلِ میلاد شریف اور اسی طرح صالحین کی نمازِ جنازہ میں خاص طور پر اپنے جسم مبارک سے تشریف فرماتے ہیں۔ اور عالم کی ہر چیز کو دیکھتے ہیں۔ اور دُور و نزدیک کی آواز سُنتے ہیں۔

# اِستفسار مولوی شاہ غلام دستگیر صاحب

نماز کے اندر التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ پڑھنے کے وقت آیا یہ خیال کرنا چاہیئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم بجسمہٖ تشریف رکھتے ہیں یا کیا؟ اور بزرگوں نے جیسا کہ حضرت شہاب الدین سُہروردی رحمہ اللہ اور دُوسرے بزرگوں نے بھی بشخصہٖ کا لفظ لکھا ہے۔

## جواب

عَلَیْكَ اور اَیُّهَا کا مخاطب مشخص ہونا چاہیئے۔ عام اس سے کہ مخاطب بجسمہٖ خطاب کرنے والے کے پاس ہی ہو، یا اُس کے ذہن اور خیال میں ہو۔

نماز کے اندر اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ پڑھنے والے کو یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم بجسمہٖ اس جگہ تشریف رکھتے ہیں لیکن اس کی توجہ قلبی آپ کی طرف ہو جانی اور ذہن کا ادھر منتقل ہو جانا ضروری ہے۔ ذہن اور خیال میں آنے کی بھی کئی صُورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مخاطب کی شخصیّت کو اپنے سامنے موجود اور حاضر خیال کرے۔

دُوسرے یہ کہ اس جگہ حاضر اَور موجود نہیں خیال کرتا بلکہ محض ذہن میں اس کی شخصیت کا تصوّر آتا ہے۔ اِس علم کے ساتھ کہ میرے مخاطب کا وجود میری نظر میں نہیں ہے۔ مجھ سے دُور ہے اَور فلاں مقام میں ہے۔

سوّم یہ کہ نظر سے غائب اَور منزل بعید میں اس کو بہ یقین جاننے کے ساتھ۔ اس کی طرف اپنی دلی توجہ کامل ہونے کے سبب سے۔ بُعدِ مسافت کو منقطع اَور درمیانی حجاباتِ حائلہ کو مرتفع پاتا ہے۔ اَور اس وقت وُہ اپنے مخاطب کو گویا دیکھ رہا ہے۔ جس طرح احسان کے بیان میں وارد ہے۔ ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ

لیکن اِن دونوں میں فرق یہ ہے کہ عبادت کرنے والا اعبادات میں اللّٰہ تعالیٰ کو حاضر بھی جانتا ہے۔ سمیع اَور بصیر بھی اَور قریب تر بھی۔ غیر خدا کو نہ حاضر، نہ سمیع نہ بصیر۔ نہ قریب تر جانتا ہے لیکن کمال توجہ قلبی کے سبب سے یہ سمجھتا ہے۔ کہ باوجود بُعدِ مسافت اَور حجاباتِ حائلہ کے گویا میں اپنے مخاطب کو دیکھ رہا ہُوں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہنے کے وقت یہی تیسری صورت ان لوگوں کی ہے جن کی قلبی توجہ حضرت رسُول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے ساتھ کامل تر ہے کہ بُعدِ مسافت منقطع۔ حجاباتِ حائلہ درمیانی مرتفع اَور آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلّم کا جسد شریف، آپ کی تُربت شریف میں مستقلی یا جالس رہنا اُن کے ذہنوں میں اس طرح آجاتا اَور مُستقر ہو جاتا ہے کہ گویا وُہ آپ کو دیکھ رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کی نمازیں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہنے کی خصُوصیت نہیں۔ بلکہ اِسم شریف آپ کا



کِسی زبان سے سُنیں یا اذان واقامت میں۔ کلمہ تشہد کے اندر آپ کا اِسم شریف سُنیں یا نماز کے اندر قعدتین میں خود پڑھیں۔ اِن سب وقتوں میں ان لوگوں کے دل اسی طرح متوجہ ہو جاتے ہیں جیسا کہ اُوپر لکھا گیا۔

اِس بات سے کوئی اِنکار نہیں کر سکتا۔ کہ اسم سے مسمّٰی اَور کِسی خاص لقب سے ملقّب اَور کِسی خاص صفت سے موصوف کا ذِکر ہونے سے اس موصوف کی طرف خیال کا رجُوع ہو جانا ضروری ہے کِسی گذشتہ واقعات کے تذکرہ میں اُس واقعہ کے اندر کی باتیں آنکھوں میں پھر جاتی ہیں۔ جب کِسی دوست کا نام یا ذکر آجاتا ہے تو اُس دوست کی صُورت۔ اس کی وضع چال ڈھال وغیرہ آنکھوں میں گھومنے لگتی ہے۔ یہ فطرتی بات ہے اَور یہ بات سب کو ہوتی ہے اِس میں مطلوب کو خارج میں مجسمہ حاضر اَور موجود سمجھنا نہیں ہے لیکن ذہن میں تفصیل کے ساتھ جسمانیت اَور لباس وغیرہ سب کچھ آتا ہے۔

یہاں تک لوگوں کے ذہنی تصوّر اَور قلبی کیفیت کا بیان ہُوا۔ اس کے بعد اِس تصوّر کے جواز یا عدمِ جواز کا مسئلہ ہے جس سے معلُوم ہو جائے کہ ایسا خیال کرنا چاہیئے یا نہ چاہیئے بعض صالحین نے کیا ہے یا نہیں؟

میرے نزدیک یہ جائز ہے اَور اِسم سے مسمّٰی کی طرف خیال کا رجوع ہو جانا ضروری ہے۔ اگر کہا جائے کہ یہ کُل دلائل نماز سے خارج کے ہیں۔ خاص نماز کے اندر بھی قاری کو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہنے کے وقت اپنے ذہن کو ادھر

منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ عربی جاننے والے جو نماز کے اندر کے کل مقروات کے معنے کا خیال رکھتے ہیں۔ اُن کے ذہن کا منتقل ہوجانا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ضرور ہے۔

اُوپر میں نے مسمیٰؐ کے ذہن میں آنے کی تین صورتیں لکھی ہیں۔ جن میں سے دوسری اور تیسری صورت جائز ہے۔

بخاری شریف باب فی التشہد الآخرۃ میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت سے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ الخ تعلیم نبوی ہے۔

علامہ عینیؒ عمدۃ القاری (ص ۱۷۷ جلد ۳ طبع قسطنطنیہ) میں اس کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

فان قلت ما الحكمة فى العدول عن الغيبة الى الخطاب فى قوله السلام عليك ايها النبى مع ان لفظ الغيبة هو الذى يقتضيه السياق كان يقول السلام على النبى فينتقل من تحية الله الى تحية النبى ثم الى تحية النفس ثم الى تحية الصالحين قلت اجاب الطيبى بما محصله نحن نتبع لفظا لرسول بعينه الذى علمه للصحابة ويحتمل ان يقال على طريقة اهل العرفان ان المصلين لما استفتحوا باب الملكوت بالتحيات اذن لهم بالدخول فى حريم الحى الذى لا يموت فقرت اعينهم بالمناجات فنبهوا على ان ذلك بواسطة نبى الرحمة وبركته متابعته فاذا التفتوا فاذا الحبيب فى حرم الحبيب حاضر فاقبلوا عليه قائلين السلام عَلَيْكَ ايها النبىّ ورحمته الله وبركاته۔

اگر تو کہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہنے میں غیبت سے خطاب کی طرف عدول کرنے میں کیا مصلحت ہے ساتھ اس کے کہ سیاقِ عبارت غیبت کو چاہتی ہے کہ کہے السّلام علی النبی تو تحیۃ اللہ (یعنی خدا کی عبادت) سے تحیۃ النبی (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام)



کی طرف پھر تحیۃ النفس (یعنی اپنی ذات پر سلام) کی طرف پھر تحیۃ الصالحین (یعنی سلام صالحین بندگانِ خدا کی طرف) منتقل ہوگا میں کہوں گا کہ طیبی نے جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم بعینہٖ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ کی تبعیت کرتے ہیں۔ جو آپ نے اصحاب کو تعلیم فرمایا ہے۔ اور احتمال رکھتا ہے۔ کہ اہلِ عرفان کے طریق پر یہ کہا جائے کہ نماز پڑھنے والے جب تک تحیات حق تعالیٰ ادا کرنے کے بدولت عالمِ ملکوت کا دروازہ کھولتے ہیں۔ تو انہیں اس زندہ پائندہ کی بارگاہ میں داخل ہونے کا حکم ہوتا ہے جو کبھی نہ مرے گا اور اپنے رب کی سرگوشی سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتی ہیں تو وُہ متنبہ کئے جاتے ہیں کہ یہ (فضل و کرامت) حضرت نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ اور ان کی پیروی کی برکت سے ہے تو ادھر ملتفت ہوجاتے ہیں۔ اس وقت حبیب (یعنی صلی اللہ علیہ وسلم) کو حبیب (یعنی

خدا کے حرم میں حاضر ہوتے ہیں۔ تو آپ کی طرف اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ کہتے ہوئے متوجہ ہو جاتے ہیں۔

یہی مضمون طیبی کا علامہ عسقلانی نے بھی فتح الباری (جلد ۱۱ ص ۲۶۰-۲۵۹ طبع مصری) میں نقل کیا ہے۔ اُسی کے بعد عَلَیْكَ اور اَیُّهَا کے بارے میں وُہ دُوسری بات یہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی حیات میں ہم ایسا ہی پڑھتے تھے۔ اور آپ کی وفات کے بعد اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ کہتے تھے۔ اور اس روایت کی تاکید کی ہے بخاری اور ابو عوانہ اور سراج اور جوزقی اور ابو نعیم اور بیہقی کی روایتوں سے۔ اور ایک روایت یہ لکھی ہے۔ کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں یہ تشہد سکھایا ہے یعنی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ الخ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ ہم تو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اُسی وقت تک کہتے تھے۔ جب تک آپ زندہ تھے۔ اس کے جواب میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہم کو تو آپ نے یوں ہی تعلیم فرمایا ہے۔ اور ہم اسی طرح تعلیم کرتے تھے۔

اس سے ظاہر ہوا۔ کہ حضرت ابن عبّاس نے اعتراض کے طور پر کہا تھا۔ اور حضرت ابن مسعود نے اپنے قول سے رجوع نہ کیا۔ اور یہ ان کی اس روایت کے معارض ہے جس میں ہے۔ کہ زمانۂ حیات میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہم اَلسَّلَامُ



عَلَیْكَ الخ پڑھتے تھے۔ اور آپ کی وفات کے بعد اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ۔ علّامہ عسقلانی کہتے ہیں کہ ابی معمر کی روایت یعنی جس میں زمانۂ حیات اور بعد وفات کے الفاظ مغایر ہیں۔ واضح ہے۔ بہ نسبت اُس روایت کے جس میں دونوں زمانہ میں خطاب ہی ہے۔

میں کہتا ہوں۔ کہ ابو معمر کی روایت بہ نسبت دُوسری روایت کے صحیح تر اور اُس کے شواہد بھی ہوں لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے جن لوگوں کو یمن اور بحرین وغیرہا میں عامل اور زکوٰۃ کا محصل بنا کر یا سرایا میں بھیجا۔ اور وُہ لوگ جو نوافل نماز اپنے اپنے گھروں میں پڑھتے تھے۔ تو ان لوگوں کی نظروں سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یقیناً غائب تھے۔ پھر یہ سب لوگ آپ کی غیبت کی حالت میں بھی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ ہی پڑھا کرتے تھے۔ اس لئے کہ ابو معمر والی روایت اور حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما کا قول دونوں میں بلا استثناء ثابت ہے کہ آپ کی حیات میں سب لوگ خطاب ہی کے ساتھ پڑھتے تھے۔ تو آپ کی وفات کے بعد بھی خطاب ہی کے ساتھ پڑھنے کو تقویّت ہے۔ ظاہر ہے کہ اصحاب جب آپ کی زندگی میں آپ کے حضور اور غیبت دونوں ہی حالت میں اس سلام کو خطاب کے ساتھ پڑھتے تھے۔ تو آپ کی وفات کے بعد بھی خطاب ہی کے ساتھ پڑھنا چاہیئے مزید براں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے تعلیم فرمائے ہوئے الفاظ میں۔ جو فضیلت اور برکت ہے۔ وُہ اپنے مطلب کے بدلے ہوئے الفاظ میں ہرگز نہیں ہو

سکتی۔ جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔

(بخاری شریف باب فضل من بات علی الوضوء جلد اوّل صفحہ ۶۲ طبع مصر نقل سلطانی)

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھ سے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کہ جب سونے لگے۔ تو نماز کا وضو کر لے۔ پھر اپنے داہنے پہلو پر لیٹ، پھر کہہ۔
اللھم اسلمت وجھی علیک وفوضت امری الیک والجات ظھری رغبۃ ورھبۃ الیک لاملجا ولا منجا منک الا الیک اللھم امنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت۔ تو اگر تو اس شب میں مرجائے گا تو فطرت پر ہوگا۔ اور ان کلمات کو اپنا آخری کلام کر۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ میں نے (یاد رہنے کی غرض سے) حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے حضور میں اس کو دہرایا۔ اور جب اللھم امنت بکتابک الذی انزلت تک پہنچا۔ تو میں نے کہا ورسولک آپ نے فرمایا نہیں (یہ کہو) ونبیک الذی ارسلت۔ مقصود یہ کہ اپنی طرف سے لفظ کو نہ بدلو۔ جو لفظ ارشاد ہوا ہے وہی کہو یعنی جو نعمت و برکت الفاظِ نبوی میں ہے وہ تمہارے لفظ میں نہیں ہے۔ اس حدیث کے منشاء کے موافق بھی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ ہی کہنا چاہیئے۔ ایک وجہ اور بھی لکھی جاتی ہے۔ روایت ہے کہ معراج کی شب قرب خاص حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں فرمایا۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ۔

اس کے جواب میں حضرت حق عزّ وجل نے ارشاد فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا



النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ یہ سُن کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے نماز کے دونوں جلسوں میں پڑھنے کے لیے اپنی اُمّت کو یہی کلمات مکالماتِ معراج والے تعلیم فرمائے۔ تاکہ معراج کی یادگار ہو۔ اور اُمّت محمدیہ کا ہر فرد اپنی استعداد کے موافق نماز کے جلسوں میں ان کلمات کے پڑھنے کی بدولت قرب حق تعالیٰ کا کچھ حصہ پائے۔ اسی قربِ خاص کی بدولت نماز کو معراج المومنین کہتے ہیں اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ میں بعض لفظ کا تغیّر و تبدّل بعض روایت میں ہے۔ لیکن اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ بلا تغیّر و تبدّل ہر روایت میں ہے۔ اور اس کے ہر لفظ کا تعلیمِ نبوی ہونا بالاتفاق تسلیم شدہ ہے۔

بعد اس کے دیکھنا یہ ہے کہ خود فعلِ نبوی کیا تھا یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نماز کے اندر قعدہ میں یہی السّلام علیک ایھا النبی الخ پڑھتے تھے۔ یا وُہ کوئی دُوسرے کلمات تھے۔ مجھے مذکورہ بالا اسلام کے سوائے دوسرے کلمات کی کوئی حدیث نہ ملی۔ جب احادیث میں بجز اس کے دوسرے کلمات منقول نہیں ہیں۔ تو یہ ماننا ضروری ہُوا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بھی وہی پڑھتے تھے۔ جس کی تعلیم اُمت کو فرمائی ہے۔ اس طرح نماز کے اندر قعدہ میں السّلام علیک ایھا النبی پڑھنا تعلیم اور ارشاد نبوی کے علاوہ فعلی سنت بھی ٹھہرا۔ تو اس سبب سے بھی کہ یہ فعلی سنت ہے بغیر تبدیل کسی لفظ کے پڑھنا چاہیئے۔

سیاق عبارت والا اعتراض جس کا جواب علامہ طیبی نے دیا ہے لفظ کی حیثیت
سے اعتراض صحیح ہے۔ معنی پر نظر کرنے سے صحیح نہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ حاضر
ہے۔ غائب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

| | |
|---|---|
| نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝ | ہم قریب تر ہیں اس کی طرف بہ نسبت تمہارے ولیکن تم نہیں دیکھتے۔ |
| اور فرمایا۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ | وُہ (خدا) تمہارے ساتھ ہے۔ تم کہیں رہو۔ |

نحن اقرب الیہ منکم اور ھو معکم اینما کنتم دلیل ہے اس پر کہ
خدائے عزوجل غائب نہیں ہے۔ اور حدیث میں تو نص صریح ہے۔ کہ خدا
غائب نہیں ہے۔

(بخاری شریف باب غزوۂ خیبر ص۱۴۸ جلد ۵ طبع مصر نقل سُلطانی)

ترجمہ۔ لوگ وادی میں پہنچے تو تکبیر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ
سب نے آواز بلند کی۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اپنی جانوں پر رحم
کرو۔ بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے ہو۔ تم سننے والے قریب کو پکارتے ہو۔ وُہ
تمہارے ساتھ ہے۔

اس حدیث میں لا غائبًا نص صریح ہے کہ خدا غائب نہیں ہے۔
نماز میں عربی دان اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ پڑھنے والا خدا کو غائب نہیں جانتا۔ بلکہ
حاضر جانتا ہے۔ لِلّٰہ کہنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف جس کو وُہ حاضر اور سمیع و بصیر



جانتا ہے۔ قلبی اشارہ کرتا ہے جس طرح کسی حاضر کی مدح وثنا کرنے کے وقت
مادح کے دل کا مشارٌ الیہ اس کا حاضر ممدوح ہوتا ہے۔
عربی دان نماز پڑھنے والا خدا کو حاضر جانتا ہے اور سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ
میں خدا کی طرف خطاب کرتا ہے۔ پھر قرآن مجید کی قرأت میں کبھی خدا کی طرف سے
اپنے کو مخاطب پاتا ہے۔ کبھی اپنی طرف سے خدائے عزّوجل کی طرف خطاب باشارۂ
قلبی کرتا ہے۔ اس طرح گویا وُہ خدا سے ہم کلام ہوتا ہے۔

(بخاری شریف باب من حك البزاق بالید من المسجد، جلد اوّل
ص۹۸، طبع مصر)

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا۔ کہ تم میں کوئی شخص جب نماز میں کھڑا
ہوتا ہے۔ تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ یا یہ فرمایا۔ کہ اس کا رب اس کے
اور اس کے قبلہ یعنی سجدہ گاہ کے درمیان ہے۔

دوسری حدیث میں ہے۔ (تیسیر القاری جلد اوّل ص۲۸۱ طبع لکھنؤ)

| | |
|---|---|
| قال النبی صلی اللہ علیہ وسلّم | حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا |
| ان المومن اذا کان فی الصلوٰۃ | کہ بیشک مومن جب نماز میں ہوتا ہے |
| فانما یناجی ربّہٗ۔ | تو اپنے پروردگار سے ہی سرگوشی کرتا ہے۔ |

ان احادیث سے ظاہر ہے کہ نماز پڑھنے والے کو جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ جو
اُس کا معبود اور مسجود ہے۔ وُہ سامنے حاضر اور موجود ہے۔ سمیع ہے۔ جو کچھ ہیں

پڑھتا ہوں۔ اس کو سنتا ہے۔ بصیر ہے۔ میرے کُل حرکات و سکنات کو دیکھتا ہے قریب ہے۔ میرے اور سجدہ گاہ کے درمیان ہے۔

(تیسیر القاری جلد اوّل صـ۲۸۱ طبع لکھنؤ)

السّلام علیک ایها النّبی و رحمة الله و برکاته

سلام ہو آپ پر اے خدا کے پیغمبر، اور خدا کی رحمتیں اور برکتیں آپ پر ہوں۔

وسلامت باد بر تو اے پیغمبرِ خدا و بعضے روایات آمده که این کلمه بطریقِ خطاب درزمانِ حیاتِ آنحضرت می گفتند۔ و بعد از رحلت آنحضرت اَلسَّلَامُ عَلَی النّبی می گفتند۔ حافظ ابنِ حجر گوید۔ این روایت را شواہد قویہ است۔

یعنی بعض روایات میں آیا ہے کہ کلمہ خطاب کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی میں لوگ کہتے تھے اور آپ کی وفات کے بعد السّلام علی النّبی، کہتے تھے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں۔ کہ اس روایت (علی النّبی والی) کے قوی شواہد ہیں۔

که ابو عوانه و ابو نعیم و بیہقی و غیر ایشان آورده اند۔ شیخنا و امامنا شیخ عبدالحق می فرمود که درین وقت این خطاب نزدِ عارفانِ حقیقت شناس حقیقتِ محمّدیه

ابو عوانہ اور ابو نعیم اور بیہقی اور ان کے سوا لوگوں نے روایت کیا ہے ہمارے شیخ اور پیشوا عبدالحق فرماتے تھے کہ اس وقت یہ خطاب حقیقت شناس



است۔ که ساری ست۔ در جمیع حقائق موجوده سیما در حقیقت این داعی۔ و هو اعلم بالصواب۔

عارفوں کے نزدیک حقیقت محمّدیہ کی طرف ہے۔ جو تمام حقائق موجودہ میں ساری ہے۔ اور خاص کر اس دعا کرنے والے (یعنی سلام پڑھنے والے) کی حقیقت میں وھو اعلم بالصواب

اور شیخ الاسلام کی فارسی شرح بخاری میں ہے (جلد دوم صـ۱۷۲) یہ سلام کے ترجمہ وغیرہ کے بعد لکھتے ہیں:-

و نیز آنحضرت ہمیشه نصب العین مؤمنان و قرۂ عین عابدان است در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت عبادت و آخر آں که وجود نورانیت و انکشاف درین محل بیشتر است۔ و بعضی از عرفا گفته اند که این خطاب بجهت سریان حقیقتِ محمدیه است۔ در ذرائرِ موجودات و افرادِ ممکنات۔ پس آنحضرت در ذواتِ مصلیان موجود و حاضر است پس مصلی باید۔ که ازیں معنی آگاه باشد و ازیں

اور یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ہمیشہ اہلِ ایمان کے نصب العین اور عابدوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ تمام احوال و اوقات میں۔ خاص کر عبادت کی حالت میں اور عبادت کے تمام ہونے کے وقت اس لئے کہ نورانیت، اور انکشاف اس محل میں بہت زیادہ ہے اور عارفوں میں سے بعض نے کہا ہے کہ یہ خطاب امتِ محمّدیہ کے ساری ہونے کی وجہ سے ہے۔ ذرّاتِ موجودات اور

شهود غافل نہ بود۔ تا بہ انوار قرب و
اسرارِ معرفت منوّر و فائز گردد۔ کذا
فی ترجمۃ المشکوٰۃ

افرادِ ممکنات کے اندر پس آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلّم نماز پڑھنے والوں کی ذوات
میں موجود اور حاضر ہیں۔ مصلی کو چاہیئے
کہ اس معنی سے خبردار ہو۔ اور اس مشاہدہ
سے غافل نہ ہو۔ کہ قرب کے انوار اور معرفت
کے اسرار سے منوّر اور فائز ہو۔ جیسا کہ
کذا فی الترجمۃ المشکوٰۃ

علامہ شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ اشعۃ اللمعات فارسی شرح مشکوٰۃ (جلد اول
صفحہ ۴۲۳ طبع لکھنؤ) میں لکھتے ہیں: —

وجہ خطاب بہ آنحضرت بجہت ابقاء
ایں کلام است۔ بر آنچہ در اصل بود
کہ در شبِ معراج از جانبِ پروردگار
تعالیٰ و تقدس بر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم خطاب بہ سلام آمد۔ پس آنحضرت
در حین تعلیم امت نیز ہماں لفظ گذاشت
تا ایشاں را مذکر آں حال گردد۔ و نیز
آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومناں و

(اس سلام میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف خطاب کی وجہ اس کلام کو اس
کی اصل پر باقی رکھنا مطلوب ہے کیونکہ
معراج کی شب میں برتر اور پاک پروردگار
کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو سلام خطاب کے ساتھ آیا تھا تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلّم نے اُمّت کی تعلیم کے
وقت وہی لفظ رہنے دیا تاکہ ان کو اس
حالت میں معراج کا یاد دلانے والا ہو۔



و قرۃ عین عابداں است۔ در جمیع احوال
و اوقات خصوصاً در حالتِ عبادت۔
و آخر آں کہ وجود نورانیت و انکشاف
در ایں بیشتر و قوی تر است۔ و بعضی
از عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت
سریانِ حقیقتِ محمدیہ است۔ در ذرائر
موجودات و افرادِ ممکنات۔ پس آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلّم در ذاتِ مصلیاں
موجود و حاضر است۔ پس مصلی باید کہ
ازیں معنی آگاہ باشد و ازیں شہود غافل
نہ بود تا با نوارِ قرب و اسرارِ معرفت
منوّر و فائز گردد۔

اور یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم ہمیشہ مومنین کے نصب العین اور
عابدوں کی آنکھ کی ٹھنڈک ہیں۔ کل
احوال اور اوقات میں۔ خاص کر عبادت
کی حالت میں اور آخر میں اس کے اس لیے
کہ نورانیت اور انکشاف کا پایا جانا اس
میں بہت زیادہ اور قوی تر ہے۔ اور
عرفا میں سے بعض نے کہا ہے۔ کہ یہ
خطاب (آپ کی طرف) ذرّاتِ موجودات
اور افرادِ ممکنات میں حقیقت محمدیہ کے
ساری ہونے کے سبب سے ہے پس
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نماز پڑھنے
والوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں
نماز پڑھنے والے کو چاہیئے کہ اس معنی سے
آگاہ ہو اور اس مشاہدہ سے غافل نہ ہو
تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار
سے منوّر اور فائز ہو۔

یہاں تک ان علماء محققین محدثین کا قول نقل ہوا جو اس وقت سے کئی صدی پہلے گزرے ہیں۔ میرے زمانہ کے عامل بالحدیث اور متبع سنت کے بھی ایک بڑے مستند اور مشہور عالم صاحب تصانیفِ کثیرہ نواب صدیق حسن خان قنوجی ثم بھوپالی بھی بلوغ المرام کی شرح مسک الختام (جلد اوّل صفحہ ۲۴۴ طبع نظامی کانپور) میں مثل اقوالِ مذکورہ محدثین سابقین کے لکھتے ہیں:۔

وجہ خطاب بہ آنحضرت بجہت ابقای این کلام است۔ بر آنچہ در اصل بود کہ شب معراج از جانب پروردگار تعالیٰ و تقدس بر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطاب بسلام آمد پس آنحضرت در حین تعلیمِ اُمّت نیز بر ہماں لفظ اصل گزاشت تا ایشاں را تذکر آں حال گردد۔ و نیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومناں و قرۃ العین عابداں است۔ و در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالتِ عبادات و نورانیت و انکشاف در ایں محل بیشتر و قوی تر است۔ و بعضی از عرفا قدس سرہم

(السلام علیک میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف خطاب کی وجہ اس کلام کو اس کی اصل پر باقی رکھنا مطلوب ہے اس لئے کہ معراج کی شب میں برتر اور پاک پروردگار کی طرف سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو خطاب میں آیا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کو تعلیم کے وقت وہی لفظ رہنے دیا تاکہ اُن کو اس حالتِ معراج کا یاد دلانے والا ہو۔ اور یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ہمیشہ مومنین کے نصب العین اور عابدوں کی آنکھ کی ٹھنڈک ہیں۔ کُل



گفتہ اند۔ کہ ایں خطاب بجہتِ سریان حقیقتِ محمدیہ است۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام در ذرائرِ موجودات و افرادِ ممکنات پس آنحضرت در ذواتِ مصلیان موجود و حاضر است۔ پس مصلی باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد۔ و ازیں شہود غافل نہ بود۔ تا بہ انوارِ قرب و اسرارِ معرفت منوّر و فائز گردد۔ آری۔

احوال اور اوقات میں خاص کر عبادت کی حالت میں اور نورانیت اور انکشاف کا پایا جانا اس میں بہت زیادہ اور قوی تر ہے اور عرفاء قدس سرہم میں سے بعض نے کہا ہے کہ یہ خطاب حقیقتِ محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سریان کے سبب سے ہے۔ موجودات کے ذرات اور ممکنات کے افراد میں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نماز پڑھنے والوں کی ذوات میں موجود اور حاضر ہیں۔ نماز پڑھنے والے کو چاہیئے کہ اس معنی سے آگاہ ہو۔ اور اس مشاہدہ سے غافل نہ ہو تاکہ انوارِ قرب اور اسرارِ معرفت میں منوّر اور فائز ہو۔ سچ ہے۔

## شعر

در راہِ عشق مرحلۂ قُرب و بُعد نیست || در راہِ عشق مرحلۂ قُرب و بُعد نیست
می بینمت عیاں و دُعا می فرستمت || می بینمت عیاں و دُعا می فرستمت

انتہی بلفظہ۔ نماز کے تشہد کی حدیث کی شرح کرنے والوں نے اَلسَّلَامُ

عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کے متعلق جیسا کہ اُوپر گزرا۔ چار قول لکھے ہیں:۔

اوّل یہ کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ الخ تعلیم نبوی ہے۔ اس کو انہی الفاظ میں بغیر تغیّر و تبدّل کے پڑھنا چاہیئے۔ مَیں نے اِس قول کو حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث سونے کے وقت کی دعا سے مدلل کر دیا ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہے۔

دوم۔ خطاب کے معنی بھی صحیح ہونے کی توجیہ میں طیبی کا قول کہ نماز پڑھنے والے کو اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الخ کہنے کی برکت سے جب اُس پر عالمِ ملکوت کا دروازہ کھلتا ہے۔ اور اس راہ سے اس کو بارگاہِ پروردگار میں باریابی کا حکم ہوتا ہے اور وہ اپنے رب کے مشاہدہ اور مناجات میں فائز ہوتا ہے تو اس کو علم ہوتا ہے۔ کہ یہ نعمتِ عظمیٰ اور فضیلتِ کبریٰ حضرت نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلّم کے واسطہ اور ان کی متابعت کی برکت سے ہے تو اس کی توجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف مائل ہو جاتی اور اس وقت وُہ بدولت اُس انکشاف کے آپ کو بھی بارگاہِ خداوندی میں حاضر پاتا ہے اور اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کہتا ہے۔

سوم۔ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ہمیشہ ایمان والوں کے نصب العین اور عابدوں کے قرۃ العین ہر وقت اور ہر حالت میں ہیں (یہ اس طرح کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے۔ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ ایمان والے کی یہ نشانی ہوئی کہ کل مخلوقات سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے محبت رکھے۔ تو آپ کے ساتھ ایسی مفرط محبت میں



لازم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ہر حالت اور ہر وقت اس کے نصب العین ہوں۔ خاص کر عبادت اور اس کے تمام ہونے کے وقت کہ وُہ زیادہ نورانیت اور انکشاف کا محل ہے (یعنی نماز پڑھنے والا خدا کے سامنے جو اس کا مالک اور خالق ہے غلامانہ مؤدب حاضر ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے اور حمد و ثنا میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اور پھر کبھی اظہارِ ادب اور تعظیم میں مالک کے حضور جھک جاتا گویا اشارۃً بتاتا ہے کہ تمامی احکام کا بار اُٹھانے کے لئے حاضر ہوں کبھی علو شانِ کبریا اور اپنے تذلل کے اظہار میں زمین پر ناک رگڑتا اور سر رکھ دیتا ہے۔ پھر آخر میں اپنے مالک کے حکم سے بساطِ قرب پر بیٹھنے کے شرف و عزت سے معزز اور ممتاز ہوتا ہے۔ چونکہ بساطِ قرب پر بیٹھنے کا محل نماز کے اندر مواطن کے زیادہ قرب کا ہے۔ تو اس وقت زیادہ نورانیت اور زیادہ انکشاف ہونا بھی مامول ہے جس نورانیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا جمال بالکمال اس پر منکشف ہو جاتا ہے۔ اور وہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کہتا ہے۔

چہارم۔ یہ کہ حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلّم جو تمامی موجودات و ممکنات میں ہے نماز پڑھنے والے کی ذات میں بھی ہے۔ تو اس سبب سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام اور درود بھیجنے والا اپنی ذات میں حقیقتِ محمدیہ کو پاتا ہے۔ اس کا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کہنا حقیقتِ محمدیہ کی جانب خطاب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اہلِ عرفان کی یہ تین توجیہات جو لکھی گئی ہیں صحیح تو ہیں لیکن یہ سب منتہی لوگوں کی باتیں ہیں۔ عوام اہلِ ایمان کو یہ باتیں نہیں ہوتیں۔ بیچارہ عوام اہلِ ایمان اور اہلِ طریقت کے مبتدیوں

کو تو اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ کہنے میں حق تعالیٰ کی طرف ادنیٰ توجہ قلبی بھی نہیں ہوتی۔ ان پر
عالمِ ملکوت کا دروازہ کھلنا اور عالمِ قدس میں رسائی کیونکہ ہو سکتی ہے۔ اگر اس عالم
میں ان کی رسائی ہوتی تو البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں پاتے اور اَلسَّلَامُ
عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہنے میں آپ کی طرف صحیح خطاب کرتے۔ اسی طرح عوام اور
مبتدی اور متوسط اہلِ طریقت کو اس قدر زیادہ نورانیت اور انکشاف بھی نہیں ہوتا
جس کی بدولت وُہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ باکمال کے دیدار سے اس وقت
مشرّف ہوں۔ اور آپ کے رُوبرو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ الخ کہیں۔

حقیقتِ محمّدیہ سے بھی عوام اور سالکین طریقت کے مبتدی محض ناآشنا ہیں۔
البتہ متوسطوں کو اس کا علم ہوتا ہے لیکن علم اور وجدان میں بہت فرق ہے تو فقط
علمی حیثیّت سے متوسطین کے دلوں کا رجوع حقیقتِ محمدیہ کی طرف ہو سکتا ہے جس کو
ملاحظہ کہتے ہیں مشاہدہ نہیں ہو سکتا۔

سالکینِ طریقت کے متوسط لوگوں کا قلبی تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
بیشک بہت قوی ہوتا ہے جس کی وجہ سے خود انہیں صلوٰۃ وسلام پڑھنے یا اذان و اقامت
میں کلمہ تشہد سننے یا نماز میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ یا کلمہ تشہد یا درود پڑھنے میں
ان لوگوں کے دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف فوراً رجوع اور متوجہ ہو جاتے ہیں اور
آپ کی رُوحِ اطہر صورتِ مثالی میں ان کے دل اور دماغ کے اندر جلوہ افروز معلوم ہونے
لگتی ہے۔ ایسے لوگ خارج نماز میں بھی مواقع مذکورہ میں مؤدّب اور مہذّب رہتے ہیں۔



ان متوسطین میں سے جو ترقی یافتہ ہیں۔ وُہ اپنے جسمِ خاکی سے جس طرح ارکانِ نماز ادا
کرنے میں اور اذکار نماز پڑھتے ہیں۔ اپنے جسمِ مثالی اور رُوح سے بھی پڑھتے ہیں۔ اذکار
نماز میں سلام اور دعا و دُرود بھی ہے۔ یہ لوگ اس کے پڑھنے کے وقت ہر سہ عالم،
خاکی اور مثالی اور رُوحی میں اس وقت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد شریف
اور جسمِ مثالی اور رُوحِ اطہر اور سب کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ مگر حقیقت محمدیہ تک رسائی
نہ ہونے کے سبب سے اس کے مشاہدہ سے قاصر رہتے ہیں۔

میری سمجھ میں عوام میں سے جو عربی نہیں جانتے بطریق سنت اس سلام کو پڑھتے
اور اس پر وُہ مثاب اور ماجور ہیں۔ اور جو عربی سمجھ لیتے ہیں۔ اُن کو پہلے سے معلوم
ہے اس سلام کے مخاطب ہمارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اَلسَّلَامُ
عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہنے کے وقت اس کے کہنے سے پہلے آپ کی طرف اُن کا ذہن
منتقل ہو جاتا اور دل کی توجہ ادھر ہو جاتی ہے۔ اور انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت شریف مدینہ منوّرہ میں ہے۔ اس سبب سے اُن کا انتقال
ذہنی بھی ہوتا ہے۔ کہ آپ کا جسد شریف مدینہ منوّرہ میں تربت شریفہ میں ہے۔ اور قلبی
توجہ بھی آپ کے جسد شریف کی طرف اُن کی ہو جاتی ہے تو اس کی ذہنی کیفیت اور قلبی
توجہ کے اندر وُہ لوگ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہتے ہیں۔ اور یہ جائز ہے۔ اس
کے جواز میں کوئی شبہ نہیں۔

اس سوال کے آخری حصّہ کی عبارت ہے "اور بزرگوں نے جیسا کہ حضرت

شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور دُوسرے بزرگوں نے بھی بشخصہٖ کا لفظ لکھا ہے۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب عوارف المعارف میں بشخصہٖ کا لفظ نہیں ہے۔ اُن کی عبارت یہ ہے:-

"عوارف المعارف برحاشیہ احیاء العلوم صفحہ ۱۶۰ طبع مصر"

ويسلم على النبي صلى الله عليه ويمثله بين عيني قلبه۔

اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلّم پر سلام کہے۔ اور اپنے دل کی آنکھوں میں آپ کی صورت کو خیال کرے۔

دل کی آنکھوں میں آپ کی صورت خیال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی طرف دل کی توجہ ہو۔ اور صورت خیال میں آجائے۔ ہاں شخصہ کا لفظ امام غزالی کی احیاء العلوم میں ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

(احیاء العلوم الدین جلد اوّل صفحہ ۱۲۴ طبع مصر)

واحضر في قلبك النبي صلى الله عليه وسلم وشخصه الكريم وقل سلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته وليصدق أملك في انه يبلغه ويرد عليك ما هو اوفى امنه

اور اپنے دل یعنی خیال میں حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی صورتِ شریفہ کو حاضر کرو اور کہو السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اور چاہیے کہ تیری امید تصدیق کرے کہ آپ تک سلام پہنچتا ہے۔ اور آپ جواب فرماتے ہیں



جو اس کے سلام سے کامل تر ہے۔

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:-

(اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین جلد ۲ صفحہ ۱۵۸ طبع مصر)

(واحضر في قلبك النبي صلى الله عليه وسلم) اى روحه الزكية وشخصه الكريم على قدر معرفتك به وتعظيمك لله واكثر الناس به معرفته خدمته حديثه الشريف فانهم يطلعون على احواله الشريفة وشمائله الزكية اكثر من غيرهم فيكون استحضارهم اقوى و اثبت۔

اور اپنے دل میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو یعنی آپ کی رُوح پاک کو اور آپ کے حلیہ شریفہ کو اپنے علم کے اندازہ اور باندازہ اپنے میں آپ کی تعظیم کے حاضر کرو اور سب لوگوں میں سے اس علم کے زیادہ رکھنے والے آپ کی حدیث شریف کے خدام ہیں اس لئے کہ آپ کے احوال شریفہ اور شمائل زکیہ پر دُوسروں سے وہ زیادہ مطلع ہیں۔ اور آپ کے شمائل کو حاضر کرنا اُن کا قوی تر اور صحیح تر ہے۔

شخصہ سے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا حلیہ اور شمائل شریفہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت زیادہ رکھنے والوں کو آپ کا ذکر آنے اور سننے کے ساتھ آپ کی طرف دل رجوع ہو جاتا ہے۔ اور اُن کے چہرہ بشرہ وغیرہ سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے علامہ احمد قسطلانی شارح بخاری اپنی کتاب مسالک الحنفاء لمشارع الصلوٰۃ علی السید

المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم میں اس بیان میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا ذکر کرنے والوں اور آپ پر درُود پڑھنے والوں کو اُس وقت خشوع اور خضوع ہونا چاہیئے۔

اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی حالت لکھتے ہیں :-

وکان الامام مالك رضی الله عنه اذا ذکر النبی صلی الله علیه وسلّم یتغیر لونه وینحنی حتے یصعب ذلك علی جلساءه وما ذلك الا لاستحضاره شخصه صلی الله علیه وسلّم وتصور هیبة

اور امام مالک رضی اللہ عنہ جب حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا ذکر فرماتے تھے۔ تو ان کے چہرے کا رنگ متغیّر ہو جاتا تھا اور جھک جاتے۔ یہاں تک کہ اُن کے پاس بیٹھنے والوں پر یہ بات سخت گزرتی اور یہ نہ تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریفہ (ان کے ذہن میں) حاضر ہو جانے اور آپ کی ہیبت (اور جلالت شان) کی تصوّر کی وجہ سے ۔

اِس عبارت میں بھی شخصه کے لفظ سے حلیہ شریفہ مقصود ہے ۔اور حلیہ شریفہ کے ذہن میں آجانے کو ناجائز کہنے کی کوئی وجہ نہیں ۔ اور جائز ہونے کی دلیل میں جامع صیح بخاری کی احادیث کافی ہیں ۔جو اُوپر لکھی جا چکی ہیں ۔ انتہی ۔ نسأل اللہ تعالیٰ توفیق الادب وھو ولی التّوفیق ۔

---

(مطبوعہ : نقوش پریس اردو بازار لاہور)